

## ترکی کے انتخابی نتائج

عبدالغفار عزیز

یہ جون ۲۰۱۵ء کو ترکی میں ہونے والے انتخابات کی حوالوں سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اگرچہ حسب سابق حکمران جسٹس پارٹی (AKP) ہی سب سے بڑی پارٹی کی حیثیت سے سامنے آئی اور اسے ۵۵۰ میں سے ۲۵۸ نشستیں حاصل ہوئیں، لیکن یہ نشستیں تہاں حکومت بنانے کے لیے درکار تعداد سے ۱۶ نشستیں کم ہیں۔ دنیا بھر میں پھیلے مخالفین کے لیے اس یہی بات شادیاں ہوں کا پیغام لائی ہے۔ وگرنہ پارلیمنٹ میں آنے والی باقی تین پارٹیاں اس سے کہیں پچھے کھڑی ہیں۔ کمال اتا ترک کی جماعت CHP صرف ۱۳۲، حکومت کے ترک نیشنلٹ (MHP) اور کرد نیشنلٹ (HDP) صرف ۸۰، ۸۰ نیشنلٹ حاصل کر سکی ہیں۔ الیہ ملاحظہ کیجیے کہ حکومت سازی کے لیے درکار تعداد سے ۱۶ نشستیں کم ہونے پر بغایں بجانے والے جانتے ہیں کہ اس کا مطلب ملک میں مخلوط حکومت کا قیام ہے۔

حالیہ نتائج آنے کے اگلے ہی روز سے ترکی میں شاک مار کیٹ بیٹھنا اور کرنی کی قیمت کم ہونا شروع ہو گئی ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ۲۰۰۲ء میں طیب اردو ان کی پہلی بار جیت سے پہلے، ملک میں لوٹ مار کا جو طویل سفر جاری رہا، اس کا ایک اہم سبب یہ مخلوط حکومتیں ہی ہوتی تھیں۔ ترک تاریخ میں تقریباً ۶۰ مخلوط حکومتوں کا سارا عرصہ حکومت سازی کے لیے جوڑ توڑ اور کرپشن ہی میں ختم ہو جاتا۔ یہ طیب اردو ان کی جسٹس پارٹی ہی تھی، جس نے ملک کو ان دونوں لعنتوں سے نجات دلائی اور ملک میں تعمیر و ترقی کا نیا سفر شروع ہوا۔ ترکی جہاں طیب حکومت آنے سے پہلے ترقی کی شرح منقی ۹ تک گرچکی تھی، اب اسی ترکی میں ترقی کی شرح ۹ فی صد سے بھی آگے بڑھ رہی ہے۔

ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، جولائی ۲۰۱۵ء

ترکی اب دنیا کے طاقت و رتین ممالک کی صاف میں جا کھڑا ہوا ہے۔ ایک باروزیرا عظم احمد داؤد اوغلو سے اس کا راز پوچھا گیا تو انہوں نے منحصر و لفظی جواب دیا: ”امانت و دیانت“۔ طیب اردوان اور ان کے استاد پروفیسر نجم الدین اربکان نے اللہ کی توفیق سے ہمیشہ امانت اور محنت ہی کے ذریعے کامیابیاں حاصل کیں۔

تکلیف دہ امر یہ ہے کہ کامیابی کی منزلیں طے کرتے ہوئے ترکی کو دوبارہ اسی سیاست کی دلدل میں ڈھنس جانے پر جہاں اسرائیل اور صہیونی لامبی نے جشن منایا، وہاں بعض مسلم ممالک کے حاکموں نے بھی خوب بغلیں بجا گئیں۔ ایران اور متعدد عرب ممالک سے لے کر یورپ اور امریکا کے اخبارات، تقریباً سب کی سرخیاں بیکسان تھیں: ”عثمانی خلافت کا خواب بکھر گیا۔“

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اس وقت پورے عالم اسلام میں جہاں بھی کسی پر ظلم ڈھایا گیا طیب حکومت وہاں پہنچی۔ میانمار برما سے جان بجا کر نکلنے والے ہزاروں افراد کو پڑوتی مسلم ملک بگلہ دیش نے تو گولیاں برسا کر شہید کر دیا ایسا اپس دھکیل دیا لیکن ترک بحری جہاز ان کی مدد کے لیے پہنچے۔ طیب اردوان اور وزیراً عظم احمد داؤد اوغلو کی ترک اداروں کو لے کر خود برما پہنچے اور زخمیوں پر مرہم رکھنے کی کوشش کی۔ صومالیہ تقریباً نصف صدی سے خانہ جنکی اور قتل و غارت کا شکار ہے، وہاں نہ صرف ترک حکومت کی رفاهی سرگرمیاں عروج پر ہیں، بلکہ وہ وہاں مصاحتی کا وشوں کے علاوہ ان کی اقتصادی حالت بھی بہتر بنانے کی دورس کوششیں کر رہی ہے۔ بگلہ دیش میں پھانسیوں پر چڑھائے جانے والے بے گناہ ہوں یا مصر میں منتخب حکومت کے خلاف برپا ہونے والا بدترین خوفی فوجی انقلاب، صرف ترکی ہی ان کے خلاف سرکاری اور عوامی سطح پر صدائے احتجاج بلند کر رہا ہے۔

گذشتہ آٹھ برس سے محصور غزہ کے لیے فریڈم فلوڈیا ترک تنظیمیں ہی لے کر نکلی تھیں، جس میں ایک ایشی شہید ہو گئے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اہل غزہ کی مسلسل پشتیبانی کر رہے ہیں۔ اس وقت، یعنی دسمبر یہ ایک اور امدادی قافلہ یورپ سے روانہ ہو کر ترکی آ رہا ہے، جہاں سے اس ماہ کے اختتام تک وہ دوبارہ غزہ جانے کی کوشش کریں گے۔ شام کے ۳۰ لاکھ مہاجرین ترکی میں پناہ گزیں ہیں۔ عالمی امدادی ادارے زبانی بحث خرچ کے علاوہ کچھ نہیں کر رہے۔ پورے کا پورا بوجھ ترکی پر آن پڑا ہے، اور وہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے بغیر ان کی مدد کر رہا ہے۔ عالمی اور علاقائی طاقتیں،

ترکی کی مدد کے بجائے اس انتظار میں ہیں کہ ترکی کب اس مالی بوجھ سے گرجاتا ہے۔ لیکن طیب اردو ان کا کہنا ہے کہ ہم سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل درآمد کرتے ہوئے انصار و مهاجرین کے مابین مواخات کا یہ سفر جاری رکھیں گے۔

اخوت اور اسلامی یک جہتی کے ساتھ ساتھ طیب حکومت اپنے ملک اور قوم کی ترقی سے بھی قطعاً غافل نہیں۔ انتخابات سے دو روز بعد عالمی بنک کی رپورٹ میں اعتراض کیا گیا ہے کہ ملکی انفاراسٹرکچر کی وسعت و ترقی کے لیے سرکاری اور خجی منصوبوں پر سرمایہ کاری کے لحاظ سے ۲۰۱۳ء میں ترکی پوری دنیا میں دوسرے نمبر پر رہا ہے۔

ایک طرف ہر مظلوم کی مدد کے لیے لپکنے والا یہ غیرت مند ترکی ہے، اور دوسری طرف اپنے عوام پر ظلم و جبر کے پہاڑ توڑنے والے سفاک حکمران ہیں جو ملکی دولت کو شیر ما در کی طرح ڈکارتے جا رہے ہیں۔ ۱۸ جون کو سوٹر لینڈ کے اسٹیٹ بنک کی رپورٹ ہی ملاحظہ کر لیجئے کہ صرف ۲۰۱۲ء کے دوران سوٹر لینڈ کے بنکوں میں اپنی دولت کے ڈھیر لگانے والوں کی دولت میں ہوش بر اضافہ ہوا ہے۔ بگلہ دلیش جیسے بھوک سے بلکہ ملک سے آنے والے سرمایہ میں صرف ایک سال (۲۰۱۳ء) کے دوران ۳۶۵۵ فی صد اضافہ ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سارا پیسہ لوٹ مار ہی کا پیسہ ہو گا۔ بغرض محال لوٹ مار کا نہ بھی ہوتا بھی اس کا اصل مقام سوٹر لینڈ کے بنک نہیں، اپنے دلیس کے مظلوم عوام ہونے چاہیں۔

لوٹ مار کرنے والے ان حکمرانوں کے مقابلے میں اور ترکی کو ۲۰۲۳ء تک دنیا کا کامیاب ترین ملک بنانے کا خواب دیکھنے والے اردو ان میں یہی نیادی فرق ہے کہ جس کے باعث ایک جہان ان کی دشمنی پر کمر بستہ ہے۔ طیب اردو ان یا ان کی جماعت سے یقیناً غلطیاں ہوئی ہیں اور مزید ہو سکتی ہیں، لیکن ان پر لگائے جانے والے الزامات میں بھی یقیناً بہت مبالغہ آرائی ہے۔ طیب اردو ان چند ماہ پیش تر ہی نئے صدارتی محل میں منتقل ہوئے ہیں۔ ان کے کئی بھی خواہ اس محل کی تعمیر کو اسرا ف سمجھ رہے ہیں۔ اگرچہ طیب اردو ان کا کہنا یہ ہے کہ اس کے سیکڑوں کمروں میں علمی تحقیق کے درجنوں مرکز قائم کیے گئے ہیں اور یہ محل، ترقی یافتہ مضبوط ترکی کی علمی، فکری، تہذیبی اور تحقیقاتی ترقی کی ایک علامت بنے گا، لیکن یہ بات پوری طرح منتقل نہ ہو سکی۔

اگرچہ طیب اردو ان اور ان کی ٹیم کی بنیادی صفت ہی کرپشن سے محفوظ رہنا ہے، تاہم ان پر کرپشن کے ازامات نے انھیں بعض موقع پر مشتمل بھی کیا ہے۔ وہ کرپشن کے بے سروپا ازامات لگانے والے کئی صحافیوں کو بھی عدالت کے کٹھرے میں لائے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان پر صحافت دشمنی کے طعنے بھی کئے گئے ہیں۔ حالیہ نتائج کے بعد پورے نظام اور بالخصوص اپنے ساتھیوں کی کڑی غرائبی، جائزے اور خود احتسابی مستقبل کے کئی طوفانوں کا سد باب کرے گی۔

۲۲ جون کو طیب اردو ان نے وزیراعظم احمد داؤد اونگلوک باقاعدہ طور پر حکومت سازی کی دعوت دی ہے۔ اس کے ۳۵ روز کے اندر اندر انھیں دوسروں کے ساتھ مل کر یا پھر اقیتی حکومت بنانا ہوگی۔ اقیتی حکومت کا مطلب ہے کہ حکومت سازی کے لیے مطلوب مزید ۱۶ ووٹ انھیں مل جائیں لیکن وہ حکومت کا حصہ نہ بیٹھیں۔ اگر ایسا بھی نہ ہو سکا تو پھر ملک میں دوبارہ انتخابات ہوں گے۔ بعض تجزیہ نگار تو بہر صورت آئندہ سال کوئئے انتخابات کا سال قرار دے رہے ہیں۔ حکومت اگر اپنی کمزوریوں کا خود جائزہ لے کر ان کی اصلاح کرنے میں کامیاب رہی تو یقیناً آئندہ نتائج حالیہ سے غتف اور بہتر ہوں گے۔

جسٹس پارٹی کی چند سیئیں کم ہونے کی ایک بنیادی وجہ پہلی بار کسی کرد پارٹی کا پارلیمنٹ میں آنا ہے۔ کرد کئی عشروں سے نا انصافیوں کا موقف لیے مسلح کارروائیوں میں ملوث ہو گئے تھے۔ اتا ترک نے ان پر ترک قوم پرستی کے کئی طوق مسلط کر کر کے تھے۔ بالآخر وہ سیاسی پارٹی کی حیثیت سے پارلیمنٹ میں آنے میں کامیاب رہے۔ پہلے کرد ووٹ کا تقریباً ۲۰۰ فی صد جسٹس پارٹی کو ملتا تھا، اس بار وہ سب کرد لہر میں بے گیا۔ گویا جسٹس پارٹی نے سیاسی حکمت عملی سے کردوں میں اپنی اکثریت کی قربانی دے کر باغی مسلح عناصر کو پر امن سیاسی جدوجہد پر آمادہ کر لیا۔

کرد قوم پرستی کی لہر کتنی شدید ہے اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے: جzel پر دیز مشرف کا زمانہ تھا کہ جب ایک روز ایک خاتون پر یشان حالت میں اپنی تین نوجوان بیٹیوں اور ایک بیٹے سمیت پاکستان آئی۔ وہ ایرانی سرحد عبور کر کے بلوجستان میں داخل ہوئی، اسلام اور اسلامی جماعت کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے انھیں جماعت اسلامی کے صوبائی دفتر پہنچا دیا۔ وہاں کے ساتھیوں نے ان کی بات سن کر ایک ذمہ دار کو ہمراہ بھیجا اور وہ انھیں

لے کر مرکز جماعت اسلامی منصورہ لاہور آن پہنچا۔ ہم نے ان کی پیٹا سنی تو معلوم ہوا کہ خاتون اور ان کی تینوں بیٹیاں حجاب، یعنی سر پر سکارف رکھنا چاہتی ہیں، لیکن ترک سیکولر قوانین میں اس کی گنجائش نہیں۔ حجاب کے حق میں ہونے والے ایک مظاہرے میں شرکت کے بعد ان تینوں پر ایسے جھوٹے مقدمات قائم کر دیے گئے کہ جن کی سزا موت تک بھی ہو سکتی ہے۔ یہ خاندان جس کے سر پر کوئی مرد نہیں بچا، اپنی جان بچانے کے لیے پاکستان آیا ہے۔ محترم قاضی حسین احمد مرحوم مغفور سے مشاورت و رہنمائی کے بعد ان کے پاکستان میں رہنے کے لیے انتظامات کر دیے گئے۔ مختلف مشکلات و مسائل کے باوجود یہ خاندان تقریباً ڈیرہ سال پاکستان رہا اور بالآخر ترکی واپس چلا گیا۔ واپس جاتے ہی ماں اور بیٹیاں گرفتار کر کے جیل بھیج دی گئیں۔ ایک بیٹی اسی دوران اللہ کو پیاری ہو گئی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ کچھ عرصے بعد ماں اور باقی دونوں بیٹیاں رہا گئیں اور اب خوش و خرم زندگی گزار رہی ہیں۔ طیب اردو ان اب ان جیسی کروڑوں خواتین کے حجاب پر سے پابندیاں ختم کروانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

ان کی اس داستان کے کئی مزید پہلو بہت اہم ہیں، لیکن یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ ہماری یہ باحجاب بہن ہدی کایا حالیہ انتخابات میں رکن پارلیمنٹ بن گئی ہیں اور اصل خبر یہ ہے کہ وہ جسٹس پارٹی نہیں کردنیشنٹ پارٹی کی طرف سے رکن بنی ہیں۔ یہ پارٹی یقیناً اسلامی شناخت نہیں رکھتی لیکن اگر ہدی کایا جیسی مجاهد خاتون جو حجاب کی خاطر بھرت اور اسیروی تک برداشت کرتی رہی، جسٹس پارٹی کے بجائے کرد پارٹی میں چلی گئی ہے، تو خود ہی اندازہ لگا لیجیے کہ جسٹس پارٹی کی کم سیٹوں کے پیچھے شیطانی دنیا کے ابلاغیاتی نظام اور دولت کے ڈھیروں کے علاوہ بھی کون کون سے اندر وہی عوامل اثر انداز ہوئے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر بلکہ باعث شکر ہے کہ وہی اسمبلی جہاں کبھی ایک باحجاب خاتون مردہ قاؤچی کے منتخب ہو جانے پر بھونچال آگیا تھا، اب وہاں ہدی کایا اور مردہ قاؤچی کی بہن روضہ قاؤچی جیسی ۱۹ خواتین اپنی اسلامی شناخت، یعنی باوقار حجاب کے ساتھ موجود ہیں۔

---